حکیم عبدالرحمٰن خلیق

عمرو ابن العاص

طبری میں ہے: "حضرت علی کو حضرت عبدالرحمٰنؓ بن عوف کی نسبت شک تھا کہ وہ ان سے انصاف کر سکیں گے کیونکہ عبدالرحمٰنؓ حضرت عثمانؓ کے رشتہ دار تھے۔ اس پر عبدالرحمٰنؓ بن عوف نے حلف اٹھا کر انہیں اپنی غیر جانبداری کا یقین دلایا" (طبری ج۳۔ باب واقعات سنہ ۲۳ھ)

اس طویل روایت نے صحابۂ رسول علیہ السلام کے کردار کی جو گھناؤنی تصویر پیش کی ہے اگر اس روایت کا کوئی ایک شوشہ بھی درست ہے تو۔ ع

وائے گر درپس امروز بود فردائے

نہیں معلوم کہ اس امر کو مصنفِ چہار یار کی بے خبری تعبیر کیا جائے یا سادگی اور ان کے شوقِ تحریر کی مجبوری کہ انہیں تاریخ کے اوراق پہ گروہی تعصب کی دبیز تہوں کی وجہ سے واقعات کی اصلیت کا کھوج نہیں مل سکا۔ اور وہ بے سوچے سمجھے واقدیوں جابر جعفیوں اور ابومخنفوں کی پیشہ ورانہ کذب آرائیوں کے چنگل میں کھو کر رہ گئے۔

آیئے ذرا اس روایت کے عناصرِ مختلفہ کا تجزیہ کریں۔ اس روایت کے بقول

○ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابۂ کرامؓ کی اخلاقی حالت کسی طرح بھی قابلِ رشک نہیں کہی جا سکتی جب وہ اپنی بعض دنیوی اغراض، ذاتی مراسم یا دوست نوازی کے زیرِ اثر اچانک ہی خلیفۂ رسولؐ کی وصیت کے احترام کو مجروح کرتے نظر آتے ہیں۔ فاروق اعظم حضرت عمرؓ بن الخطاب خلیفہ دوم کی وصیت موجود ہے کہ میری موت کے بعد تین روز کے اندر اندر میرے مقرر کردہ چھ آدمیوں میں سے کسی ایک کو باہمی مشورہ کے ذریعہ خلیفہ مقرر کیا جائے مگر یہ صحابہؓ ہیں کہ دوڑ دوڑ کر عبدالرحمٰنؓ بن عوف کے پاس پہنچ رہے ہیں اور وصیت کے خلاف انہیں مشورہ دیتے ہیں کہ موقعہ غنیمت جانو اور فی الفور حکومت پہ قبضہ کر لو

حالانکہ نہ عبدالرحمٰن بن عوف کو اس قسم کا مشورہ قبول کرنے کا کوئی حق ہے اور نہ کسی دوسرے کی طرف سے ہی ایسی کسی تحریک کا جواز موجود ہے۔

پھر یہ امر بھی قابلِ لحاظ ہے کہ اگر حضرت عبدالرحمٰنؓ بن عوف امت کے اندر اپنے اثر و نفوذ کے اعتبار سے اس اونچے مقام پر فائز ہوتے تو حضرت عمرؓ کو اس بات کا علم دوسرے سب لوگوں سے زیادہ ہوتا اور وہ بجائے حضرت امینِ امت حضرت ابو عبیدہؓ اور حضرت سالمؓ مولیٰ حذیفہ دو بزرگوں کا ذکر کرنے پر ہی قناعت کر کے نہ رہ جاتے جو اس دنیا میں موجود نہیں تھے بلکہ وہ ان کے بعد تیسرے درجہ پر حضرت عبدالرحمٰنؓ بن عوف کا تذکرہ ضرور کرتے اور مجلسِ مشاورت کی تشکیل کی بجائے انہی کو نامزد کر دیتے جیسا کہ وہ اس عنوان سے سوچتے بھی رہے ہیں کہ اگر میں کسی کو نامزد کر دوں تو مجھ سے بہتر شخصیت (ابوبکرؓ) نے ایسا کیا تھا اور اگر میں کسی کو بھی نامزد نہ کروں تو ہم سب سے بہتر شخصیت (جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) نے ایسے ہی کیا تھا تاہم میرا یقین ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے اس دین کو تباہ اور برباد نہیں ہونے دے گا (طبری جلد ۳، باب ۱۴)

- عبدالرحمٰنؓ بن عوف نے بلا شبہ لوگوں کی یہ بات تسلیم نہیں کی مگر روایت کے بقول اس کی وجہ یہ نہیں تھی کہ انہیں خلیفہ دوم کی وصیت کا احترام ملحوظ تھا بلکہ اس انکار کا باعث ان کی اپنی کمزوری تھی کہ وہ اپنے آپ کو بارِ خلافت کا متحمل نہیں پاتے تھے۔
- حضرت زبیر اور حضرت سعدؓ بن وقاص نے بھی خلافت کو اپنے لیے پسند نہیں کیا تھا اور اس ناپسندیدگی کا باعث بھی نہ اتحادِ امت کی کوئی مصلحت تھی اور نہ وصیت کا احترام بلکہ راوی کے نزدیک ان کی دستبرداری کا سبب بھی ان کی اپنی ہمت کی کوتاہی تھی۔

اب دیکھیے یہ تینوں بزرگ ہی عشرہ مبشرہ میں شامل ہیں ان کو جیتے جی جنت کی خوشخبری مل چکی ہے۔ تینوں حضورؐ کے محب بھی ہیں اور محبوب بھی بلکہ حضرت زبیرؓ کو حواریٔ رسولؐ کا خطاب خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان الہام ترجمان سے مل چکا ہے۔ اس روایت نے اس پایہ کے بزرگوں کی اخلاقی حالت کی نسبت کتنا گھناؤنا تاثر دیا ہے۔
بالفاظ دیگر روایت یہ لوگ وصیت میں کسی اصلاح کے لیے کوشاں نہیں بلکہ وصیت کی

بے حرمتی پر بھی آمادہ ہیں اور اگر ان بزرگوں کو ملک اور اہل ملک کی طرف سے مطلوبہ حمایت اور ہمت حاصل ہوتی تو ان سے کوئی انہونی غیر متوقع نہیں تھی۔

قرآن کریم نے صرف ایک ہی صورت میں وصیت کے اندر کسی تصرف کی گنجائش رکھی ہے کہ:

فَمَنْ خَافَ مِنْ مُّوْصٍ جَنَفاً اَوْ اِثْماً فَاَصْلَحَ بَيْنَهُمْ فَلَآ اِثْمَ عَلَيْهِ [1]

کہ اگر وصیت کرنے والے کی طرف سے کسی بدعنوانی، جانبداری یا گنہگاری کے صدور کا پتہ چل جائے تو ایسی صورت میں وصیت کے اندر بغرض اصلاح تصرف درست ہے۔

اور ظاہر ہے کہ فاروق اعظم کی وصیت میں کسی جنف یا اثم کا کوئی شائبہ تک موجود نہ تھا۔

پھر صحابہ رسول اس قسم کی کوئی جسارت بھی کیونکر کر سکتے تھے جبکہ انہیں خوب ہی علم تھا کہ قرآن کریم کے نزدیک ایسی حرکت پر وعید آئی ہے کہ:

فَمَنْ بَدَّلَهٗ بَعْدَ مَا سَمِعَهٗ فَاِنَّمَآ اِثْمُهٗ عَلَى الَّذِيْنَ يُبَدِّلُوْنَهٗ [2]

کہ جو لوگ وصیت کو خوب سن (اور سمجھ) کر اپنی مرضی سے تبدیل کرنے کی کوشش کریں گے وہ گنہگار ہیں اور ان کی گنہگاری کا وبال انہیں پر ہوگا۔

○ حضرت عبدالرحمٰنؓ بن عوف نے خلافت کے انتخاب کا معاملہ اپنے ہاتھ میں لیتے وقت علیؓ اور عثمانؓ سے حلفیہ عہد کیا تھا کہ وہ ان دونوں میں سے افضل شخص کے انتخاب کی کوشش کریں گے مگر اس روایت کے بموجب وہ اپنے حلف سے پھر گئے ہیں اور انہوں نے عمروؓ بن العاص کی تجویز پر خلافت کا معیار شخصی افضلیت کی بجائے سنت شیخین کی پیروی کو قرار دے لیا حالانکہ انہیں نہ اخلاقاً اس تبدیلی کا حق پہنچتا تھا نہ شرعاً۔

○ عمروؓ بن العاص حکمت عملی (بمعنی سازباز) میں بڑے ماہر تھے۔ انہوں نے اس تحریک میں سب کو ہی کامیابی سے بتلائے فریب کیے رکھا۔ ایک طرف تو انہوں نے حضرت عبدالرحمٰنؓ بن عوف کو شیشے میں اتارا کہ وہ اپنے طے کردہ موقف سے پھر گئے اور دوسری طرف انہوں نے حضرت علیؓ کو بھی سخت فریب دیا کہ ان کا ہوا خواہ بن کر ان کو شکست دلا دی اور اپنے

---

[1] البقرہ ع ۲۲

[2] ایضاً

پسندیدہ شخص (عثمانؓ) کو کامیاب کر دالیا۔

○ علیؓ نے اپنی مطلب برآری کے لیے عمروؓ کی سازش میں شرکت کی۔ عمروؓ نے انہیں یہ پٹی پڑھائی کہ جب آپ سے سنت شیخین کا پوچھا جائے تو صرف انشاء اللہ تعالیٰ کہہ کر گزر جانا۔
آپ کے ان لفظوں سے دوسرا یہی تاثر قبول کرے گا کہ آپ نے اقرار کر لیا ہے حالانکہ آپ اپنے دل میں انشاء اللہ کے یہ معنی نہیں لے رہے ہوں گے۔ اس طرح آپ کی انفرادیت اور اَنا کا تحفظ بھی ہو سکے گا اور آپ کا کام بھی آسان ہو جائے گا اور روایت کا کہنا ہے کہ حضرت علیؓ نے پھر عمرو کے مشورہ کے مطابق ہی عمل کیا اور مجلس انتخاب میں ٹھیک وہی لفظ کہے جو عمروؓ نے پڑھائے تھے مگر عمروؓ در اصل علیؓ کا ہوا خواہ نہیں تھا بلکہ اس کی ہمدردیاں عثمانؓ کے ساتھ تھیں اور عثمانؓ کو اس نے علیؓ سے بالکل الٹ دوسرا ہی سبق دیا تھا جو اصل میں مفید مطلب تھا۔
اس طرح علیؓ کی عظمت بھی مجروح ہوئی، وہ سازش میں شرکت کی معصیت کے مرتکب بھی ہوئے اور کام بھی نہ بنا۔ آپ بے ریب راوی کی عمرو دشمنی پر مسرور ہیں اور بے ریب آپ کے راوی نے عمروؓ کے دامان آبرو کو چاک کر دیا ہے مگر آپ نے دیکھا کہ راوی کی نادان دوستی حضرت علیؓ کے ایمان کو بھی نیلام گھر تک لے گئی ہے۔

○ یہ دانائی کی کون سی قسم ہے کہ عمروؓ اپنی سازش کی تکمیل کے لیے پہلے حضرت عبدالرحمٰنؓ بن عوف کو اپنی تدبیر کے ساتھ ہموار کرنے کی بجائے حضرات علیؓ اور عثمانؓ کے پاس جاتے ہیں اور دونوں کو جدا جدا آموختہ یاد کراتے ہیں اور آخر میں عبدالرحمٰنؓ بن عوف سے ملتے ہیں اور انہیں اپنی تجویز کے ساتھ ہموار کرتے ہیں۔ سوال یہ ہے کہ عمروؓ کو یہ کیونکر معلوم تھا کہ حضرت عبدالرحمٰنؓ ان کی تجویز کو مان کر اسی کے مطابق عمل کریں گے۔ انہیں اصولاً پہلے عبدالرحمٰنؓ سے ملنا چاہیے تھا۔ اب اگر اس مرحلہ پر عبدالرحمٰنؓ ان کی تجویز کو قبول کرنے سے انکار کر دیتے تو عمرو بے قیمت ہو کر رہ جاتے۔ اپنی عقلی عظمت کے لیے یہ خطرہ مول لینا عمروؓ جیسے آدمی کے لیے قابل فہم نہیں ہے۔

○ حضرت عبدالرحمٰنؓ بن عوف نے حضرت علیؓ اور حضرت عثمانؓ کو حلف اس بات پر دیا تھا کہ وہ افضل شخص کے حق میں کام کریں گے اور پھر عمروؓ کی تجویز سے انہوں نے اپنا موقف بدل

کہ شخصی فضیلت کی بجائے معیارِ خلافت شیخین کے طریقِ حکومت کی پیروی کو بنالیا۔
اور اب اس کی صرف یہی ایک صورتِ عمل تھی کہ دونوں بزرگوں (عثمانؓ اور علیؓ) کو بٹھا کر پوچھ لیا جاتا کہ بتاؤ تم میں سے کون پیروئ طریقۂ شیخین کا اقرار کرتا ہے! پھر جو شخص اس کا اقرار کر لیتا اسے خلیفہ منتخب کر لیا جاتا جیسا کہ بالآخر اسی طریق کار کو ہی اختیار کیا گیا اور عمالِ حکومت سردارانِ لشکر اور اہل الرائے نے مسلمانوں کے مجمع میں یہی بات پوچھی گئی۔ حضرت علیؓ نے اپنے آموختہ کے مطابق انشاء اللہ کہا اور عثمانؓ نے اپنا سبق سنایا کہ مجھے بلا شرط یہ بات منظور ہے اور بالآخر حضرت عثمان یہ سر دجنگ جیت گئے اور حضرت علیؓ نے شکست کھائی مگر روایت کے اس تضاد کا کیا جواب ہے کہ جب حضرت عبدالرحمٰنؓ نے حضرت عثمانؓ کی خلافت کا اعلان کرنا چاہا تو بیعت سے قبل حضرت علیؓ کی طرف مخاطب ہو کر فرمایا کہ:

"علیؓ! امرے اس اختیار کی نسبت اپنے دل میں کوئی ملال نہ لانا کیونکہ لوگ تم سے موافق نہیں تھے"۔ [1]

اور اس کے ساتھ ہی حضرت عثمان کی خلافت کا اعلان کرتے ہوئے بیعت کے لیے ان کی طرف اپنا ہاتھ بڑھایا۔ اس پر حضرت علیؓ سخت برہم ہوئے اور غصہ سے مغلوب ہو ہو کر فرمار ہے تھے کہ

"دھوکہ، فریب۔ دغا"

اس پر حضرت عبدالرحمٰنؓ نے دوبارہ کہا:

"علیؓ! جمہور کی رغبت عثمان کی طرف تھی"۔ [2]

دریافت طلب بات یہ ہے کہ اب جب خلافت کی تفویض کا انحصار محض اس بات پر مرتکز ہو کر رہ گیا تھا کہ دونوں میں سے کون سنتِ شیخین کی پیروی کا یقین دلاتا ہے تو یہ جمہور کو پوچھتے پھرنے اور مجلس میں جمہور کی رائے کا حوالہ دینے کا کون سا موقعہ تھا؟

آخر حضرت عبدالرحمٰنؓ روایات کے بقول گھر گھر کیوں پہنچتے رہے۔ اہل الرائے مسلمانوں کے دروازوں پر کیوں دستک دیتے رہے۔ حجاج کرام کا تعاقب اس غرض سے کیوں کرتے رہے

---

[1] چہار یار ص ۱۰۳
[2] ایضاً ص ۱۰۴

دوسرے بے شمار ملکی اور غیر ملکی لوگوں سے استفسار کی کیا ضرورت پیش آئی؟
اگر بات وہی ہے جو مسجد نبوی کے ضمن میں ابھری اور فیصل پائی تو یہ دریافتِ حال کس اعتبار سے صحیح تھا؟
لیکن اگر امر واقعہ یہ ہے کہ حضرت عبدالرحمنؓ بن عوف نے واقعۃً حضرت علیؓ اور حضرت عثمانؓ سے فضیلتِ شخصی کے معیار پر انتخابِ خلیفہ کا عہد کیا تھا تو پھر جب فیصلہ دوسرے معیار پر حضرت علیؓ کے خلاف صادر ہوا تو حضرت علیؓ نے یہ بات کیوں نہیں اٹھائی کہ یہ صورتِ فیصلہ بدعہدی ہے جب کہ حضرت علیؓ نے بقول طبری صرف یہی کہا کہ:

"یہ پہلا دن نہیں ہے جب کہ تم نے ہم پر غلبہ حاصل کیا۔ بہرحال صبر کرنا ہی بہتر ہے اور جو کچھ تم بیان کرتے ہو اس کے مقابلہ میں اللہ ہی سے مدد حاصل کی جائے گی۔

"خدا کی قسم! آپ نے عثمانؓ کو اس لیے خلیفہ مقرر کیا ہے کہ معاملہ تمہارے ہاتھ میں چلا آئے"[1]

یعنی حضرت علیؓ کا خیال قریش کی باہمی خاندانی رقابتوں کی طرف ہی گیا اور انہوں نے اپنی محرومی کو بنو ہاشم کے خلاف سازش قرار دیا ہے۔ وہ ان لوگوں کو کوئی عہد یاد نہیں دلاتے۔ حالانکہ انہوں نے بقولِ طبری پوری مجلس سے بھی ایک عہد لیا تھا۔ طبری کا کہنا ہے کہ:

"عبدالرحمنؓ بن عوف کی خلافت سے بے تعلقی کا اعلان کرنے پر سب نے ان کو اپنے فیصلے کا مختار مان لیا مگر حضرت علیؓ خاموش رہے۔ وجہ پوچھی گئی تو فرمایا پہلے مجھ سے پختہ وعدہ کیجیے کہ آپ حق و صداقت کو ترجیح دیں گے اور نفسانی خواہش کی پیروی نہیں کریں گے اور کسی رشتہ دار کے ساتھ رعایت نہیں کریں گے اور قوم کے ساتھ خیر خواہی میں کوتاہی نہیں کریں گے۔ اس پر حضرت عبدالرحمنؓ نے خلیفہ کا انتخاب کرنے والی کمیٹی کے سب ارکین سے مستحکم عہد لیا اور خود بھی عہد کیا کہ میں اللہ سے عہد مستحکم کرتا ہوں کہ کسی رشتہ دار سے اس کی رشتہ داری کی وجہ رعایت

---

[1] طبری جلد سوم باب ۱۳

نہیں کروں گا اور نہ مسلمانوں کی خیر خواہی سے کوتاہی کروں گا۔" [1]

مگر اس سب کے باوجود جب فیصلہ حضرت علیؓ کے خلاف ہوا تو آپ نے اس کو خاندانوں کی باہمی رقابت کا نتیجہ ہی سمجھا۔ اس پر جب حضرت عبدالرحمٰنؓ نے انہیں ٹوکا کہ:

"علیؓ! مخالفانہ دلیل اور حجت نہ پیش کرو۔ میں نے خوب غور و فکر کیا اور لوگوں سے مشورے بھی کیے ہیں۔ انہوں نے عثمانؓ کے علاوہ اور کسی کی تائید نہیں کی۔

تو اس پر حضرت علیؓ یہ کہتے ہوئے مجلس سے اٹھ کر چلے گئے کہ:

"لکھی ہوئی بات بہت جلد اپنی مقررہ مدت تک پہنچ جائے گی۔" [2]

نہیں اور بات میں یہ الفاظ بھی حضرت علیؓ سے منقول ہیں کہ:

"دھوکا اور فریب کس قدر فریب دیا گیا۔" [3]

مگر اس کی وجہ یہ ہے کہ حضرت علی کو کسی وجہ سے یہ پختہ امید تھی کہ آج خلافت کا فیصلہ انہی کے حق میں ہوگا اور وہ خلافت کی خلعت فاخرہ پہننے کے لیے گھر سے تیار ہو کر آئے تھے جیسا کہ طبری کا کہنا ہے کہ:

"حضرت مغیرہؓ کہتے ہیں کہ جب حضرت عمرؓ مدفون ہوتے تو میں حضرت علیؓ کے پاس آیا۔ میں یہ چاہتا تھا کہ حضرت عمرؓ کے بارے میں ان کے ارشادات سنوں۔ آپ غسل کرنے کے بعد اس حالت میں نکلے کہ آپ اپنے سر اور داڑھی کے بالوں کو جھاڑ رہے تھے اور وہ ایسی پوشاک پہنے ہوتے تھے کہ اس کی وجہ سے کوئی شک باقی نہیں رہا تھا کہ معاملہ یعنی خلافت آپ کے ہی سپرد ہوگی۔" [4]

علاوہ ازیں وہ شاید حضرت سعدؓ بن وقاص کی نسبت بھی خیال کرتے تھے کہ وہ انہی کی حمایت کریں گے اور عم زاد بھائی ہونے کی وجہ سے شاید وہ عبدالرحمٰنؓ بن عوف کو بھی موثر ہوں گے اور حضرت

---

[1] طبری جلد سوم باب ۱۴

[2] ایضاً

[3] ایضاً

[4] ایضاً

زبیرؓ کی نسبت انہیں پہلے سے ہی یقین تھا کہ وہ انہیں کے حامی ہیں۔ اس سلسلہ میں حضرت علی بہ نفس نفیس بھی حضرت سعد بن وقاص سے مل چکے تھے۔ طبری کا کہنا ہے کہ:۔

"حضرت علی ایک روز حضرت سعدؓ بن وقاص سے ملے اور فرمایا، سعدؓ! میرے معاملہ میں اللہ سے ڈرو جس کے ذریعہ تم رشتہ داریوں کا واسطہ دیتے ہو۔
میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اپنے بیٹوں (حسنؓ اور حسینؓ) کی رشتہ داری اور اپنے چچا حمزہؓ کی قرابت کا واسطہ دے کر کہتا ہوں کہ تم میرے خلاف عبدالرحمٰن بن عوف کے ساتھ مل کر عثمان کی امداد نہ کرنا۔" ؎۱

اس پس منظر میں جب فیصلہ ان کے خلاف سامنے آیا تو صورت واقعہ کو اپنی توقع کے خلاف پاکر آپ نے دھوکا اور فریب کے الفاظ بھی استعمال کیے ورنہ ان کے نزدیک بھی ان کے ساتھ عہد شکنی کا کوئی قصہ نہیں گزرا۔ بلکہ اس کے خلاف خود ان پر عہد شکنی کا الزام عائد کیا گیا جس کا انہوں نے فوراً ازالہ فرما دیا۔ یعنی جب عثمانؓ خلیفہ مقرر ہو گئے تو بیعت کے لیے لوگوں کی بھیڑ لگ گئی۔ اور سب ہی لوگوں نے ان کی بیعت کر لی مگر حضرت علیؓ نے ایسا نہ کیا۔ اس پر حضرت عبدالرحمٰنؓ بن عوف نے کہا:۔

"جو شخص عہد شکنی کرے گا اس کی عہد شکنی اس کی اپنی ذات کے لیے ہی نقصان دہ ہوگی اور جس نے اللہ سے کیا ہوا عہد پورا کیا تو اسے عنقریب بہت ثواب ملے گا۔ اس پر حضرت علیؓ صفیں چیرتے ہوئے آئے اور بیعت کر لی۔ اسی مرحلہ پر آپ نے دھوکہ فریب کے الفاظ بھی کہے" ؎۲

یعنی آپ نے عہد شکنی کے الزام سے بچنے کے لیے فوراً آگے بڑھ کر بیعت کر لی لیکن ایسا نہیں ہوا کہ آپ نے کسی مرحلہ پر یہ کہا ہو کہ "عہد شکنی تو تم لوگوں نے مجھ سے کی ہے۔ میں نے کب کوئی عہد توڑا ہے۔"

؎۱ طبری جلد سوم باب ۱۴۔
؎۲ ایضاً

پھر کیا کوئی بتا سکے گا کہ حضرت عمرو بن العاص کو اس گھناؤنے کردار سے مقصود کیا تھا اور کس غرض سے انہوں نے یہ راستہ اختیار کیا!

کیا انہیں علیؓ سے کوئی عناد تھا اور وہ اس طرح انہیں نقصان پہنچانا چاہتے تھے؟
انہیں کیا عثمانؓ سے کوئی رشتہ قائم تھا جس کی وجہ سے وہ اس معاملہ میں دخیل ہوئے؟
یا پھر کیا وہ خلافت کے منصب پر خود قابض ہونا چاہتے تھے اور اس غرض سے سازشیں کر رہے تھے؟

ظاہر ہے کہ تاریخ کی روشنی میں ان میں سے کوئی بات بھی موجود نہیں تھی۔ علیؓ سے ان کے عناد اور عثمانؓ سے محبت کی کوئی بنیاد ہمارے سامنے نہیں ہے۔

اور جہاں تک منصب خلافت کا تعلق ہے اس کا کوئی امکان تک موجود نہیں تھا۔ کیونکہ حضرت فاروق اعظمؓ خلیفہ دوم کی وصیت کے مطابق خلیفہ کا انتخاب صرف انہی چھ حضرات میں سے ہونا تھا جن کی نشان دہی فاروق اعظم اپنی وفات سے قبل کر گئے تھے۔ یہاں کسی ساتویں کے لیے کوئی گنجائش نہیں تھی۔

پھر کوئی بتائے کہ عمروؓ کے لیے آخر اس گناہ میں لذت کا کون سا سامان تھا جس کی تمنا میں وہ اس ناکردنی پر آمادہ ہو گئے۔

دوسری طرف اراکینِ مجلس انتخاب نے اپنی حد تک اس درجہ احتیاط کر رکھی تھی کہ وہ اپنی گفتگو کی کوئی بھنک تک باہر نہیں جانے دیتے تھے چہ جائیکہ وہ کسی کو اپنے راز میں شریک کریں۔ اور اس مقدس عہد کی خلاف ورزی کریں جو انہوں نے انصاف اور دیانت کے ساتھ اس معاملہ کو اس کی منزل تک پہنچانے کے لیے اپنے خدا کے حضور سے باندھا تھا۔ چنانچہ:۔

"حضرت مسورؓ بن المخرمہ یا بروایت دیگر حضرت عائشہ صدیقہ کے مکان میں مجلس مشاورت کے اراکین کو جمع کر دیا گیا اور حضرت عمر کی حسب ہدایت مقداد بن الاسود اور ابو طلحہؓ انصاری (جن کے ذمہ اراکینِ مجلس کو جمع کرنا تھا) حفاظت کے لیے باہر کھڑے ہو گئے کہ کوئی اور شخص اندر داخل نہ ہو سکے۔ اتنے میں حضرت عمروؓ بن العاص اور حضرت مغیرہؓ بن شعبہ بھی آ گئے اور دروازہ پر بیٹھ گئے۔ حضرت سعدؓ بن ابی وقاص

کو اطلاع ہوئی تو وہ اندر سے اٹھ کر آئے اور ان دونوں کو دروازہ سے اٹھوا دیا۔" [1]

تو ایسے حال میں عمرؓ کی مداخلت کی گنجائش کہاں سے پیدا ہوگئی اور کسی کو کیا حق ہے کہ صحابہ کی عدالت پر بے سبب ہی انگلی رکھے اور حضرت عبدالرحمٰن بن عوف جیسے بزرگ کو عمرؓ کا آلۂ کار بنانے کی جسارت پر بضد ہو۔

ایک سوال کا جواب دیجیئے

چلیے ہم آپ کی خوشی کے لیے کچھ لمحے آپ کی اس دل آزار غلط اور جھوٹی روایت کو صحیفۂ آسمانی ہی مان لیتے ہیں اور روایت کے بموجب عمرؓ کی علیؓ دشمنی پر بھی ایمان لے آتے ہیں۔ ہم یہ بھی مان لیتے ہیں کہ عبدالرحمٰن بن عوفؓ عمرؓ کے ہاتھوں استعمال ہوگئے ہیں اور پھر سب نے مل کر علیؓ پر بھرپور وار کیا اور ڈپلومیسی کی قوت سے انہیں شکست دے کر میدان سے نکال دیا۔

ہم یہ بھی مان لیتے ہیں کہ عمرؓ کی یہ ساری تگ و دو محض علیؓ آزاری اور ان کو منصب خلافت سے محروم رکھنے کے لیے ہی تھی اور یہ سب کے سب اس سازش میں شریک ہوگئے ہیں کہ علیؓ کو اس مرتبہ بھی ان کی حسب خواہش خلیفہ رسولؐ بن سکنے کی مہم میں ناکام کر دیا جائے گا۔

اور ہم یہ بھی مان لیتے ہیں کہ علیؓ کے مطالبہ میں جس اعتبار سے شدت بڑھ رہی تھی اس سے زیادہ شدت کے ساتھ یہ لوگ ان کو ناکام کر دینے کے لیے جمع ہوگئے ہیں۔

مگر براہ نوازش آپ بھی ہمارے اس سوال کا جواب دیجئے کہ خلافت اور امامت مسلمانوں کی امانت ہے یا کسی کا ذاتی حق؟ اس کا رشتہ مسلمانوں کے ہاتھ میں ہے یا اسے کسی کے شوق امارت کی میزان اور حرصِ اقتدار کے ترازو میں بھی تولا جا سکتا ہے؟

اور جب یہ امر بالاتفاق آپ کو بھی تسلیم ہے کہ خلافت اور امامت کا رشتہ مسلمانوں کے ہاتھ میں ہے وہ جس شخص پر جمع ہو جائیں، خلافت کی قبا وہ زیب تن کرے گا اور جس پر جمع نہ ہوں، وہ محروم رہے گا تو بتائیے کہ اس اصول کی روشنی میں حضرت علیؓ کو یہ حق کیونکر حاصل ہوا کہ وہ

---

[1] تاریخ ابن خلدون حصہ اول باب ۱۵ مطبوعہ نفیس اکیڈمی ص۱۵۹ و تاریخ اسلام مولانا اکبر شاہ نجیب آبادی حصہ اول ص ۱۱۴-۱۱۲ مطبوعہ نفیس اکیڈمی۔

مسلمانوں کی شی پر اپنی ذاتی وجاہت اور شخصی عظمت کے واسطہ سے قبضہ کر لینا چاہیں اور دوسروں کی شی پر ان کی مرضی کے بغیر اپنا حق جتائیں؟

ہم حضرت علیؓ کی نسبت کسی غلط فہمی میں مبتلا نہیں ہیں اور ہمیں خوب ہی علم ہے کہ حضرت علیؓ کا مقام اس سے بہت ارفع ہے جو ان کے نادان دوستوں نے انہیں دے رکھا ہے۔

وہ ایک فقیر منش، متوکل علی اللہ، صابر و شاکر اور قناعت پسند بزرگ تھے اور زندگی کے کسی دور میں بھی دنیا کی ذلیل حرص انہیں چھو تک نہ گئی تھی۔ انہوں نے خلافت امارت امامت اور سیادت کے لیے بھی کاسۂ گدائی ہاتھ میں نہیں پکڑا اور ان کے متعلق وہ ساری روایات جھوٹ ہیں جو انہیں خلافت کے حصول میں ووٹوں کی بھیک مانگتے مہاجرینؓ اور انصارؓ کے دروازوں پر دستک دیتے دکھاتی ہیں اور جن کے بموجب وہ فاطمۃ الزہراؓ کو خچر پر سوار کر کے لگام تھامے حسنؓ اور حسینؓ کو انگلیوں لگائے مسلمانوں سے اپنے لیے رائے کی پونجی جمع کرتے گلیوں میں پھرتے نظر آتے۔

مگر ہم جو اس کو اٹھا رہے ہیں تو اس کی وجہ وہ نالائق وضعی اور مفتریانہ روایات ہیں جن کے مصنفین نے حضرت علیؓ کو ایک گھٹیا درجہ کا دنیادار بنا ڈالا ہے۔ ایسا دنیا دار جس کی پوری زندگی خود غرضی کے گرد گھوم رہی ہو اور وہ دنیوی وجاہت کی تلاش میں گم ہو کر رہ گیا ہو۔ وہ دن رات اسی غم میں گھلتا اور اسی فکر میں ڈوبا رہتا ہو کہ وہ کسی نہ کسی طرح مسند اقتدار پر قابض ہو جائے۔ وہ جب بھی بات کرے بس اپنی مظلومیت کا ہی رونا روئے اور جب بھی زبان کھولے دنیا طلبی کے لیے ہی کھولے۔ لاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔ آہ نادان کی دوستی ؎

یہ فتنہ آدمی کی خانہ ویرانی کو کیا کم ہے
ہوئے تم دوست جس کے دشمن اس کا آسماں کیوں ہو

ہاں تو بتایئے کہ حضرت علیؓ کو کیا حق پہنچتا ہے کہ وہ دوسروں کی شے پر اپنا حق جتائیں اور انہیں مجبور کریں کہ وہ ان کے حق میں اپنی شے سے دستبردار ہو جائیں۔

کیا کسی کو اس حقیقت سے انکار کرنے کی جرأت ہے کہ علیؓ روایات کے بموجب رات دن یہی ذکر کرتے رہتے تھے کہ حکومت انہی کا حق ہے۔ کسی دوسرے کا ہرگز نہیں۔ خلافت صرف

انہی کا حصہ ہے اس پر کسی دوسرے کا حق نہیں چڑھتا اور نہ صرف وہ خود بلکہ ان کے خاندان کے تقریباً اکثر ہی اکابر واصاغر اس بات پر مسلمانوں سے ناراض رہتے تھے کہ وہ ہر بار ہی انہیں نظر انداز کر کے ان کا حق دوسروں کے سپرد کر دیتے ہیں۔

حضرت فاروق اعظم کے بعد نئی خلافت منعقد کرنے کے لیے جو کمیٹی مشورہ کے لیے بیٹھی ان میں حضرت علیؓ کے ساتھ حضرت عثمانؓ کا نام بھی تھا۔ طبری کا کہنا ہے کہ:

"حضرت علیؓ عثمانؓ کو انتخابی فہرست میں پاکر کچھ پریشان ہوئے اور حضرت عباسؓ سے کہنے لگے:

چچا! خلافت تو ہمارے ہاتھ سے پھر نکل گئی، وہ بولے کیونکر! فرمایا! عمرؓ نے خلافت کے مستحقین میں عثمانؓ کو بھی شامل کیا ہے .... اب ہماری بات نہیں بنے گی۔

حضرت عباسؓ نے کہا علیؓ! اول تو تمہیں اس مجلس میں شامل ہی نہیں ہونا چاہیے تھا جیساکہ میں نے تمہیں پہلے بھی کہا تھا لیکن تم نے میری بات نہ مانی۔ اب میری بات پلے باندھ لو کہ یہ جماعت جو کچھ بھی طے کرے (پڑی کرتی رہے) تم بجز اپنی خلافت کے کوئی بات بھی ہرگز تسلیم نہ کرنا[1]

چنانچہ پھر اگلے روز جب مجلس مشاورت میں خلافت کے مسئلہ پر بحث چلی تو علی کی تقریر کا حاصل یہی تھا کہ:

"خلافت ہمارا ہی حق ہے" [2]

مشہور عربی مصنف عمر ابو النصر تحریر کرتے ہیں کہ:

"بنو ہاشم کو یہ خیال بھی نہ آسکتا تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد مسلمانوں میں سے کوئی شخص بھی حضور علیہ السلام کی جانشینی کے مسئلہ پر ان کا مدمقابل بن سکتا ہے۔ یہی وجہ تھی کہ حضرت عباسؓ کی تحریک پر بھی حضرت علیؓ نے حضورؐ سے کچھ پوچھنے سے معذوری ظاہر کر دی تھی"[3]

---

[1] [2] طبری جلد ۳ باب ۱۴۴ [3] علیؓ اور عائشہؓ صفحہ ۱۱

آخر حضرت عثمانؓ خلیفہ منتخب کر لیے گئے اور حضرت علیؓ نے کچھ تردد کے بعد ان کی بیعت کر لی .... مگر حضرت علی کی بیعت کا یہ مطلب نہیں تھا کہ انہوں نے اپنے حق سے دستبرداری اختیار کر لی ہے بلکہ انہوں نے بعض سیاسی مصالح کے پیش نظر ایسا کیا تھا"[۱]

مصنف عمر ابو النصر مزید لکھتے ہیں:۔

"خلافت کی خواہش حضرت علیؓ کو ضرور تھی مگر حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ کے زمانہ میں وہ اپنے جذبات کا اظہار برملا نہ کر سکے .... پھر جب عمرؓ شہید ہو گئے ....اور خلافت عثمانؓ کی طرف منتقل کر دی گئی تو حضرت علیؓ اپنے جذبات پر قابو نہ رکھ سکے اور جو کچھ ان کے دل میں تھا باہر آنا شروع ہو گیا"[۲]

بات بڑی واضح ہے کہ حضرت علیؓ خلافت پر بہر حال اپنا ہی حق سمجھتے تھے اور اس کا برملا اظہار بھی کرتے رہتے تھے۔ اب بات کو یہیں چھوڑ کر آپ ذرا ہمارے ساتھ دربار نبویؐ تک چلے چلیے اور بغیر کسی اینچ پیچ کے کسی زید، عمر یا بکر کے نام سے نہیں بلکہ خود حضرت علیؓ کے نام سے ہی پیش آمدہ حالات کے بارہ میں حضورؐ سے فتوےٰ طلب فرمایئے۔ آپ بے شک حضورؐ سے بطور سوال کے دریافت کیجئے کہ:

"یا سید ولد آدم! صلی اللہ علیک وسلام علیک ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

سیدی! آپ کی رحلت پر مسلمانوں نے آپ کے یار غار حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو آپ کا جانشین منتخب کر لیا تو حضرت علیؓ ناراض ہو گئے کہ میرا حق غصب کیا گیا ہے کیونکہ حضورؐ کی جانشینی صرف میرا ہی حق ہے مگر پھر کچھ عرصہ بعد مان گئے اور خموشی اختیار کر لی۔ پھر جب یہ منصب حضرت عمرؓ بن الخطاب کے سپرد ہوا تو آپ کبیدہ خاطر ہوئے اور عمرؓ کی خلافت کو اپنی حق تلفی خیال کیا مگر جب حضرت عثمانؓ کی خلافت منعقد ہوئی تو حضرت علیؓ نے برملا اس کی مذمت کی بلکہ تلوار کے بے نیام

---

[۱] علیؓ اور عائشہؓ ص ۱۴۱

[۲] ایضاً ص ۷۲-۷۳

ہونے کی دھمکی بھی دی۔

انہوں نے اس مرحلہ پر خلافت کو حاصل کرنے کے لیے جد وجہد بھی کی۔ اپنے حقوق کا واسطہ دیا۔ یہی نہیں بلکہ خود حضورؐ کی ذات گرامی سے اپنی قرابت، اپنے چچا حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرات حسنین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی قرابت کا بھی واسطہ دے کر کہا کہ "خلیفہ مجھے بناؤ"

مگر اس کے باوجود جب مسلمانوں نے آپ کے مقابلہ میں حضرت عثمانؓ کو ہی خلافت کی قبا پہنادی تو آپ سخت برہم ہوگئے اور لوگوں کو فریبی اور دھوکا باز تک بھی کہہ دیا۔

سیدی! اس بارے میں آپ کا کیا ارشاد ہے کہ مسلمانوں نے تینوں ہی مرحلوں پر حضرت علیؓ کو منتخب نہ کرکے غلطی کی ہے یا نہیں؟"

حضور علیہ السلام نے اتفاق سے اس سوال کا جواب ان واقعات کے صدور سے بھی بہت پہلے ایسے ہی کسی موقعہ پر دے رکھا تھا اور حضرت امام بخاریؒ نے وہ جواب اپنی صحیح میں محفوظ کرلیا ہے آپ بھی سن لیجئے۔

بخاری شریف کی تیسری جلد ہے، اٹھائیسواں پارہ اور باب ہے۔ "امارت پر حرص کی برائی کا بیان" اس باب میں صورت مسئولہ کے بارے میں دو احادیثِ رسولؐ ذکر ہوئی ہیں بات کو خوب مصرح کرنے کے لیے ہم یہ دونوں احادیث ذیل میں نقل کرتے ہیں۔ ترجمہ کے الفاظ ہمارے نہیں، بلکہ حضرت العلام سید عبدالدائم صاحب کے ہیں۔

۱۔ حدیث اول ۱۲۲۸

"ابوہریرہؓ کہتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ عنقریب تم لوگ حکومت کی خواہش کروگے۔ اور وہ بروزِ قیامت ندامت کا باعث ہوگی۔ لہٰذا وہ (ظاہرا) اچھی دودھ پلانے والی ہے لیکن بری دودھ چھڑانے والی ہے۔"

۲۔ حدیث دوم ۱۲۲۹

"حضرت ابوموسےٰ کہتے ہیں کہ میں اور میرے ساتھ میری قوم کے دو آدمی حضور اکرم

صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ ان دونوں میں سے ایک شخص نے عرض کیا یا رسول اللہ! آپ ہم کو عامل مقرر کر دیجئے اور دوسرے نے بھی یہی خواہش کی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہم اس کو حاکم نہیں بناتے جو خود حکومت کی درخواست کرے یا اس پر حرص کرے ؟

اب دیکھیے حضور علیہ السلام کا ارشاد کتنا واضح ہے کہ ہم ان لوگوں کو کبھی حکومت نہیں دیتے جو ہم سے حکومت کی تمنا کرتے ہیں، ہم ان لوگوں کو مناصب حکومت پر فائز نہیں کرتے جو یہ مناصب اپنی زبان سے طلب کرتے ہیں تو اس بنا پر اگر صحابہ نے بھی حضرت علیؓ کی منصب طلبی کو خلاف منشائے رسالت اور خلاف مزاج رسولؐ پاکر انہیں مسترد کر دیا تو وہ اس پر ناراض کیوں ہیں۔

وہ جس امر کو صحابۂ رسولؐ کا گناہ قرار دے رہے ہیں اور ان سے سخت برہم ہیں وہ تو دراصل منشائے رسولؐ کو پورا کرنے کی وجہ سے خدا کی رضا کے حصول کا باعث اور رسول حقؐ کی اطاعت کا نشان ہے

ورنہ لوگوں نے نہ ابوبکرؓ کو کسی رشتہ کی وجہ سے خلافت کا منصب دیا تھا اور نہ عمرؓ کی خلافت کا انعقاد ہی کسی خونی تعلق کسی نسبی لگاؤ اور کسی دوستی کا صلہ تھا۔

خلافت کی تمنا نہ کبھی ابوبکرؓ نے کی تھی اور نہ عمرؓ نے اور کتب حدیث یا تاریخ و سیر کے پورے ذخیرہ میں کوئی ایک آدھ روایت بھی آپ کو ایسی نہیں ملے گی جس سے ظاہر ہو کہ حضرت عثمانؓ نے بھی ۲
کسی موقعہ پر کبھی کوئی ایسی خواہش کی ہو اور یہ امر بے حد موجب قلق ہے کہ تاریخ نے ایسی تمام ناکردنیاں حضرت علیؓ کے دامن سے ہی وابستہ کی ہیں۔

آپ تو بلا سبب ہی حضرت عمروؓ بن العاص کو علیؓ دشمن قرار دے کر ان کی آبرو کے درپے ہیں۔ حضرت علی کو اپنے ناداں دوستوں کی موجودگی میں بھلا کسی دشمن کی کیا ضرورت ہے کیونکہ ان کے خلاف جو کام ان کے دشمنوں سرانجام دینا چاہیے تھا اسے ان کے ناداں دوست ہی بڑی خوبی سے پورا کر رہے ہیں۔ انہوں نے اپنی پوری تاریخ میں جہاں کہیں بھی عمروؓ کے دامانِ آبرو کو چاک کرنے کی کوشش کی ہے۔ علیؓ اُن کے حملے کا پہلے شکار ہوئے ہیں وہ بزعم خویش عمروؓ کی علیؓ دشمنی کا انتقام، عمروؓ کو مکار اور فریبی قرار دینے والی روایات وضع کر کے لیتے ہیں مگر ان کی بیوقوفی نے اس سیلاب کا

دیا۔ اگلے سال (۱۳۰۲ھ میں) جہلم میں اپنے فرزند سراج الدین کے نام پر مطبع "سراج المطابع" قائم کیا اور "سراج الاخبار" جاری کیا۔ مولوی صاحب نے کئی اہم مضامین اور کتابیں شائع کیں۔

آخر ۱۳۳۴ھ میں مولوی صاحب کا انتقال ہوا۔

ماخذ: تذکرہ علمائے ہند (مولوی رحمان علی)، حدائق الحنفیہ (فقیر محمد جہلمی)، "العلم" جولائی [illegible]

ٹریڈ مارک

او کے ٹیوب ویل

او کے ڈیزل انجن ۱۲ تا ۶۰ ہارس پاور

او کے سنٹری فیوگل پمپ ۱" تا ۱۲"

براس سٹینرز رسی پائپ ہر قسم

تیار کردہ:

پریمیر انجینئرنگ کمپنی رجسٹرڈ

دفتر ۱۲۸ ریلوے روڈ چوک وال گراں لاہور فون ۶۸۸۸۱

فیکٹری ۳۵-۱ ایم راوی روڈ ——— لاہور فون ۶۸۸۱۹